قوم عاد کے آثار دریافت کر لیے گئے

پانچ ہزار سال قبل مسیح کی تہذیب وادی ارم قرآنی بیان کے عین مطابق پائی گئی

ثروت جمال اصمعی

۵فروری ۱۹۹۲ء کے امریکی اخبارات نے چونکا دینے والی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئے، ان سرخیوں کا تعلق پانچ سے تین ہزار سال قبل مسیح میں جنوبی عرب میں آباد عاد نامی اس انتہائی متمدن، طاقتور اور ترقی یافتہ قوم کے آثار کی دریافت سے تھا، جس کے عروج وزوال کا تفصیلی ذکر اگر چہ قرآن میں موجود ہے، لیکن جس کے آثار اب تک اس طرح معدوم تھے کہ مغربی محققین عموماً قرآن میں اس قوم کے تذکرے کو بے بنیاد قصہ گوئی قرار دے کر لوگوں کی نظر میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ناقابل اعتبار ٹھہرانے کی کوشش کرتے تھے، مولانا سید سلیمان ندویؒ نے بھی اس صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے اپنے سفرنامہ ارض القرآن میں لکھا ہے کہ ''تاریخ قدیم کے بعض یورپی مصنف عاد کو صرف ایک فرضی کہانی سمجھتے ہیں لیکن یہ انتہائی غلطی ہے'' قوم عاد کے بے نام ونشان ہوجانے کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: ''یہ بات خود اہل عرب کی تاریخی روایات سے ثابت ہے اور موجودہ اثری اکتشافات بھی اس پر شہادت دیتے ہیں کہ عادِ اولیٰ بالکل تباہ ہوگئے اوران کی یادگاریں تک دنیا سے مٹ گئیں، چنانچہ مورخین عرب انھیں عرب کی امم بائدہ (معدوم اقوام) میں شمار کرتے تھیلیکن قرآن کی ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ بتاتی ہے کہ انسان کے علم میں اضافے اور نئی دریافتوں کے ساتھ ساتھ ہر دور میں قرآن کی صداقت کے نئے ثبوت سامنے چلے آتے جارہے ہیں، اوراس طرح اللہ کی طرف سے انسانوں پر قرآن کے اللہ کی کتاب اور انسانوں کے لیے واحد سرچشمہ ہدایت ہونے کے حوالے سے حجت تمام کی جارہی ہے۔ دور جدید میں اس کی ایک انتہائی اہم مثال کائنات کے بے خالق ہونے کے تمام تصورات کا خاتمہ کردینے والی وہ بگ بینگ تھیوری ہے، جس کے ذریعے جدید

سائنس نے قرآن کی ڈیڑھ ہزار برس پہلے بیان کردہ اس حقیقت کو پوری طرح تسلیم کرلیا ہے، جو سورہ انبیاء کی ۳۰ویں آیت میں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ: "آسمان وزمین باہم ملے ہوئے تھے پھر ہم نے ان کو الگ الگ کردیا"۔

بگ بینگ تھیوری کے ذریعے جسے کائناتی مشاہدات سے توثیق ہو جانے کے بعد، اب بڑی حد تک ایک ثابت شدہ حقیقت کا درجہ حاصل ہو چکا ہے۔ آج کی سائنس اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ کائناتی مادے کو جو اپنے مرکز کی زبردست کشش کی وجہ سے باہم پیوست تھا تقریباً ۱۲ ارب سال پہلے ایک زبردست طاقت نے پھاڑ کر مخالف سمتوں میں رواں کردیا۔ اس طرح بے شمار کہکشائیں وجود میں آئیں، جن کا مخالف سمتوں میں سفر آج بھی جاری ہے اور اس طرح ان کا درمیانی فاصلہ بڑھ رہا ہے اگر ان کی یہ سمت سفر الٹ دی جائے، تو انہیں از سرنو یکجا ہونے میں ۱۲ ارب سال لگیں گے۔ اس طرح سائنس نے کسی اشتباہ کے بغیر کائنات کی تخلیق میں ایک ایسی طاقت کا وجود تسلیم کرلیا ہے۔ جو خود کائنات کا حصہ نہیں بلکہ اس سے ماوراء ہے اور یوں قرآن کی مذکورہ بالا آیت میں بیان کردہ حقیقت تک سائنس آج پہنچی ہے جب کہ قرآن اسے ڈیڑھ ہزار سال پہلے منکشف کر چکا ہے۔ قوم عاد کے آثار کی دریافت بھی قرآن کریم کی صداقت کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے، امریکی ریاست لاس اینجلس کے ماہرین آثار قدیمہ کی ایک ٹیم نے خلائی تحقیق کے امریکی ادارے کے مواصلاتی سیارے سے زمینی مشاہدے کی سہولت حاصل کر کے ہزاروں ٹن ریت کے نیچے دفن اس تہذیب کے آثار کا سراغ لگایا اور بالآخر ایک انتہائی طویل اور صبر آزما جدوجہد کے بعد ان آثار کی دریافت کا پہلا مرحلہ مکمل کر ڈالا اس کے نتیجے میں اس قوم کے مرکزی شہر "ارم" کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئیں وہ قوم عاد، اس کی تہذیب اور اس پر آنے والے عذاب کے بارے میں قرآنی بیان کے عین مطابق ہیں یہ کام جاری رہا اور اس تہذیب کے مزید آثار بھی منظر عام پر لائے جاسکے تو انشاء اللہ قرآن کی صداقت کے مزید ناقابل تردید ثبوت فراہم ہونگے۔

آئندہ صفحات میں ہم لاس اینجلس ٹائمز کے پانچ فروری کے شمارے میں شائع ہونے

والی اس رپورٹ کا مکمل ترجمہ پیش کر رہے ہیں جس میں امریکی ماہرین کے ہاتھوں شہر ارم کی دریافت کی تفصیلی روئیداد بیان کی گئی ہے یہ رپورٹ چونکہ ان لوگوں نے مرتب کی ہے جو نا صرف یہ کہ قرآن سے تقریباً ناواقف ہیں بلکہ اس کے بارے میں گوناگوں تعصبات کا بھی شکار ہیں اس لیے اس رپورٹ میں واضح طور پر یہ نیت جھلکتی معلوم ہوتی ہے کہ پڑھنے والوں کو قرآن سے متاثر ہونے سے بچایا جائے ، چنانچہ اس میں جگہ جگہ قوم عاد کی مکمل تباہی کو تسلیم کرنے کے باوجود بالکل بے بنیاد طور پر یہ کہا گیا ہے کہ یہ تباہی کسی عذاب الٰہی کا نتیجہ نہیں تھی اور اس بارے میں قرآن کے بیانات درست نہیں ہیں یہ جتنا مضحکہ خیز موقف ہے خود ہی واضح ہے ،سوال یہ ہے کہ جب یہ تسلیم ہے کہ یہ قوم اس طرح تباہ ہوئی کہ ٹنوں ریت کے نیچے دفن ہو کر معدوم ہوگئی ،تو کیا اسے اللہ کا عذاب نہیں ،رحمت کہا جائے گا۔

اسی طرح یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ اس رپورٹ میں قرآن اور داستان الف لیلہ کو یکجا کر کے قرآن کا پایہ اعتبار گھٹانے کی کوشش کی گئی ہے عاد پر عذاب الٰہی کے نزول کے قرآنی بیان اور جنت شداد کے افسانوی تذکروں کو بھی خلط ملط کر دیا گیا ہے یہ سب کچھ اگر دانستہ ہے، تو اس کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ قاری کو قرآن کی حقانیت سے متاثر نہ ہونے دیا جائے ۔تاہم لاس اینجلس ٹائم کی مذکورہ رپورٹ سے عاد کے بارے میں قرآنی بیان کی صداقت کے جو پہلو سامنے آتے ہیں، وہ اتنے روشن ہیں کہ لاکھ کوشش کے باوجود انھیں چھپایا نہیں جاسکتا، اب آپ یہ رپورٹ ملاحظہ فرمایئے ،جس کا تکبیر کے لیے جناب کاشف آلافاقی نے ترجمہ کیا ہے، آخر میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ اس رپورٹ سے قوم عاد، اس کے تہذیب وتمدن، قوت وشوکت اور پھر اس پر آنے والے عذاب الٰہی کے تعلق سے قرآنی بیان نے کن کن پہلوؤں کی توثیق ہوئی ہے۔

گمشدہ افسانوی شہر ارم لاس اینجلس کے ماہرین نے دریافت کرلیا

لاس اینجلس ٹائمز کی رپورٹ

گمشدہ افسانوی شہر ارم جس کا تذکرہ عربی ادب کی معروف ترین افسانوی کتاب ''الف لیلہ'' کے علاوہ قرآن کریم میں بھی آیا ہے اور جو عیسیٰؑ کی پیدائش سے تین ہزار سال قبل عود، لوبان کے

نفع بخش کاروبار کا مرکز تھا دریافت کیا جا چکا ہے اسے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ایک ریاست لاس اینجلس کے شائق اور پیشہ ور ماہرین آثار قدیمہ پر مشتمل ایک ٹیم نے دریافت کیا۔

مواصلاتی سیارے سے کیے جانے والے مشاہدے سمیت اعلیٰ تکنیکی طریقہ کار اور سراغ رسانی کے قدیم ادبی سرمائے سے کام لیتے ہوئے انہوں نے اس قلعہ بند شہر کو عمان کے ایک علاقے میں بادسموم کے جھونکوں سے ہمہ وقت تغیر پذیر ہونے والے ایسے بے آب و گیاہ ویران ریگزاروں کے تہوں میں مدفون پایا جسے رب الخالی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

تقریباً ۵ ہزار سال قبل آباد ہونے والا شہر ارم کبھی عود و لوبان کی صنعت و تجارت کا مرکز ہوا کرتا تھا لوبان کا خوشبودار گوند ان درختوں سے حاصل کیا جاتا تھا جو وادی قریٰ کے قرب و جوار میں اگائے جاتے تھے لاشوں کو جلاتے وقت اور مذہبی تقریبات میں استعمال ہونے کے علاوہ لوبان جو سونے کی طرح بیش قیمت سمجھا جاتا تھا خوشبویات اور دواؤں میں بھی زیر استعمال تھا۔

اسلامی روایات کے مطابق ارم کے حکمران اپنی انتہائی دولت مندی کی وجہ سے کبر و نخوت میں مبتلا اور عام باشندے اتنے بدکار اور عیش و عشرت کے دلدادہ ہو گئے تھے کہ آخر کار قہر خداوندی جوش میں آیا اور شہر نیست و نابود ہو کر ریگ رواں میں دفن ہو کر رہ گیا، ٹی، ایس، لارنس، جو بہتر طور پر ''لارنس آف عربیہ'' کے نام سے معروف ہیں، اسے ''ریگزاروں کا براعظم اٹیلانٹا'' کہتے ہیں اور بحر اوقیانوس میں غرق شدہ براعظم اٹیلانٹا'' کی طرح، ارم کے وجود کے باب میں بھی بے شمار اہل تحقیق اسکالر حضرات شک و شبہ میں مبتلا تھے ان کا خیال تھا کہ دنیا میں سرے سے ایسا کوئی شہر ہی نہ تھا یہ محض ایک افسانوی شہر ہے۔

سان میرینو کی ہنٹنگٹن لائبریری میں منعقد ہونے والی ایک نیوز کانفرنس میں محققین اس بات کا اعلان کریں گے کہ دو ماہ قبل تک جس مقام کی کھدائی کی گئی ہے، اس میں وہ غیر معمولی ہشت پہل عمارت بھی ظاہر ہوئی، جو ہو بہو وہی عالی شان محل ہیں، جس کا تذکرہ دیومالائی طرز کی

کہانیوں میں ملتا ہے۔

علاوہ ازیں، محققین کا کہنا ہے کہ، انھیں اس بات کے دستاویزی ثبوت بھی ملے ہیں کہ شہر کس طرح تباہ و برباد ہوا، لیکن ان شواہد سے یہ بالکل ظاہر نہیں ہوتا کہ بدکاری کی وجہ سے شہر پر اللہ کا قہر نازل ہوا تھا، روایتی بادشاہ، شداد بن عاد نے اپنی نقلی جنت ''باغ ارم'' کی تعمیر دانستہ طور پر چونے کے پتھروں کے ایک بھیانک غار کے اوپر کرائی تھی، نتیجۂ شہر کے وزن کی وجہ سے شہر کا ایک بڑا حصہ غار میں دھنس گیا اور باقی ماندہ حصہ ویران ہو کر رہ گیا۔

محققین نے اس شہر کے قریب واقع ۶ ہزار سال قبل مسیح " کے ''پتھر کے زمانے'' کے آخری دور کے ایک گاؤں کے آثار بھی دریافت کیے ہیں۔ لاس اینجلس کے ۳۹ سالہ وکیل ''جارج ہیجز'' جو ۵۳ سالہ پرانے فلم ساز، نکولس کلیپ کے ساتھ اس مہم کے قائدین میں تھے، کہتے ہیں کہ ''توقع یہ کی جاتی ہے کہ ان دریافتوں سے علاقے کی ابتدائی تاریخ پر، جو توہمات کے گرد و غبار تلے دب کر رہ گئی تھی ، خاصی روشنی پڑ سکتی ہے، مثال کے طور پر راز ہائے سربستہ جب فاش ہونگے، تو یہ حقیقت بھی آشکار ہو جائے گی کہ ارم کی شہری مملکت کی ہم عصر، ملکہ سبا کا وجود بھی ایک حقیقت ہے۔

تحقیق کاروں نے اس بات کے شواہد بھی دریافت کر لیے ہیں کہ اس دور میں مقام مذکور کی آب و ہوا بالکل مختلف تھی پتھر کے زمانے'' کا گاؤں ایک دریا کے کنارے آباد تھا، جو اب خشک ہو چکا ہے اس گاؤں کے باشندے گاؤں کے ایک بڑے علاقے میں کاشتکاری کیا کرتے تھے۔

''پتھر کے زمانے'' والے گاؤں کے تین ہزار سال بعد ارم کے دورِ ارتقاء میں بھی بارشیں خوب ہوتی تھیں اور کنوؤں سے پانی وافر مقدار میں حاصل ہوتا تھا، جو نا صرف اہل شہر کے لیے کافی ہوتا تھا، بلکہ دور دراز سے کریہہ المنظر صحراؤں کو عبور کر کے آنے والے اونٹوں کے قافلوں کی کفالت کا باعث بھی بنتا تھا

-

ارم اور دوسرے مقامات کی کھدائی سے جن کی تحقیق کاروں نے نشاندہی کی ہے، عود و لوبان کی تجارت کے بارے میں پہلی بار صحیح اطلاعات فراہم ہونگی لوبان ان زرعی فصلوں میں ہے، جو

مال تجارت بنے اس تلاش وجستجو کی قوت محرکہ اس وقت پیدا ہوئی، جب ایک برطانوی سیاح، برٹریم تھامس کی کتاب "عربیہ فلیکس" میں ارم سے متعلق ایک تحریر عربیت کے زندگی بھر کے شیدائی ،۵۳ سالہ پرانے امریکی فلم ساز نکولس کلیپ کی نظر سے پہلی بار گزری سیاح برٹریم تھامس نے ارم کی ممکنہ تجارتی گزرگاہوں کی تلاش ناکام میں سالہا سال گزارے تھے "لارنس آف عربیہ" نے بھی اسی کوشش میں ایک سیاحی مہم کی منصوبہ بندی ضرور کی تھی، لیکن افسوس کہ اس کی زندگی نے وفانہ کی ،بے چارہ دل کی حسرت دل ہی میں لیے مرگیا۔

نکولس کلیپ کو "لارنس آف عربیہ" اور برٹریم تھامس کے مقابلے میں دو خصوصی آسانیان حاصل تھیں :پسیڈینا میں واقع نیشنل ایئرونا ٹکس اینڈ اسپیس ایجنسی (ناسا) کی جیٹ پروپلوشن لیبارٹری (جے، پی، ایل) نے، جو اپنی خلائی قوت اختراع کے لیے بہت مشہور ہے، محققین کے جنوں خیز تصورات کی حوصلہ افزائی کی اور اپنی تکنیکی خصوصیات کو ارم کی دریافت میں بروئے کار لانے پر تیار ہوگئی۔

نکولس کلیپ نے جیٹ پروپلشن لیبارٹری (جے، پی، ایل) کے سائنسدانوں، چارلس ،ایلاچی ،اور رونالڈ بلام کو ایک مخصوص شٹل رڈار سسٹم کے ذریعے، جو چیلنجر کے آخری کامیاب مشن پر اڑایا گیا تھا، ارم کے علاقے کا بغور معائنہ کرنے پر آمادہ کرلیا۔ رڈار میں یہ قوت موجود تھی کہ وہ ریت کی بھربھری اوپری سطح سے گزر کر اندرون سطح تک کی دھاتی ہیت کو دیکھ لے۔

اسی قوتِ اختراع کو بروئے کار لا کر مذکورہ ٹیم اس قابل ہوئی کہ ان قدیم تجارتی گزرگاہوں کو دریافت کرسکے، جو لاکھوں، کروڑوں اونٹوں کے گزرنے کی وجہ سے سخت سطحوں میں تبدیل ہو چکی تھیں، وہ مقاماتِ اتصال، جہاں تجارتی گزرگاہیں آکر ملتیں یا جہاں سے ان کی شاخیں پھوٹتی، گمشدہ شہر کا تعین کرتے دکھائی دیتے۔

ان اطلاعات سے بہرہ مند ہونے کے بعد، انہوں نے ساؤتھ ویسٹ مسوری اسٹیٹ یونیورسٹی کے ماہر آثار قدیمہ، جیورس زارنز اور برطانوی سیاح، سر رینلف فائینس کی خدمات

حاصل کی، جو کبھی برطانوی فوج میں تھے، صحرائے عمان میں سلطان کی افواج سے جنگ لڑ چکے ہیں، اس ٹیم نے گزشتہ موسم گرما کے دوران عمان میں ایک مختصر سی ابتدائی مہم کا آغاز کیا، لگ بھگ ۳۵ مقامات کی نشاندہی ہوئی۔ انہوں نے مٹی سے بنے ہوئے برتنوں کے کئی ٹھیکرے اور تجارتی گزر گاہوں کے دوسرے شواہد پائے، لیکن پھر بھی ایسی کوئی شے نہ مل سکی جس سے ظاہر ہوتا کہ انہوں نے فی الواقع اس شہر کا سراغ لگالیا ہو، گزشتہ سال دسمبر کے مہینے میں وہ پھر وہاں پہنچے اور انہوں نے متعدد مقامات پر ابتدائی کھدائی کا کام شروع کیا، انہوں نے جلد ہی اس نخلستان کا بھی پتہ چلا لیا، جو ان میں سے ایک کی معلومات کے مطابق شسر کہلاتا تھا۔ اس سے بڑی امیدیں بندھیں۔

خانہ بدوش بدوی عربوں کے چرواہوں کے علاوہ شسر کی موجودہ حالت یہ ٹھہری کہ اب وہاں چند آبادکار نظر آنے لگے ہیں، جو لگ بھگ ایک ایکٹر زمین پر وہاں کے کنویں کے پانی کی مدد سے کاشت کاری کرتے ہیں۔ عمان کی حکومت نے حال ہی میں وہاں ان خانہ بدوشوں کے لیے ایک علاقائی سینٹر کی تعمیر کرائی ہے، جس میں ایک مسجد اور بارہ چھوٹے چھوٹے مکانات شامل ہیں۔ ٹیم نے ان مکانات میں سے تین، اپنے ہیڈ کوارٹر کے طور پر کرائے پر حاصل کر لیے ہیں۔

ذرا ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ وہ برطانوی سیاح، برٹریم تھامس، جس نے ''عربیہ فلیکس'' نامی کتاب تحریر کی تھی، ارم کی تلاش میں شسر نامی مقام تک آیا ضرور تھا، وہاں کے ایک ''بھدے سے قلعے'' پر چند یادداشتیں بھی رقم کی تھیں، لیکن جب آبادکاروں نے اسے بتایا کہ مذکورہ قلعہ صرف ۳سو سال قبل ایک مقامی شیخ نے تعمیر کرایا تھا، تو برٹریم تھامس اسی حد تک کے مطالعہ کو کافی سمجھ کر وہاں سے چلا گیا۔

• یہ صحیح ہے کہ قلعہ زیادہ قدیم نہیں، لیکن ٹیم نے یہ حقیقت دریافت کر لی کہ شیخ نے جس قلعے کی تعمیر کرائی تھی، وہ ارم کے ملبوں ہی پر قائم ہے، اور اس کی تعمیر میں ارم ہی کے چونے کے پتھروں والے بلاک استعمال ہوئے ہیں، نکولس کلیپ کے قول کے مطابق، کھدائی کا آغاز کرتے ہی ان پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی تھی کہ انہوں نے کچھ حاصل ضرور کر لیا ہے جیورس زارزنے جلد ہی اپنی

یونیورسٹی سے پوری ٹیم اکٹھی کر لی اور کھدائی کے محنت طلب کام میں تعاون کے لیے نکولس کلیپ اور جارج ہیجز نے قریبی ملٹری بیس سے رضا کاروں کی خدمات حاصل کر لیں۔

نکولس کلیپ کا کہنا ہے کہ ''چند ہفتوں تک، تو چالیس، چالیس رضا کاروں پر مشتمل ٹیم نے کام کیا اور مقام مذکورہ سے ریت سچ مچ اڑتی ہوئی دکھائی دیتی رہی، آخر دو ماہ کی مشقت کے بعد دو سوٹن ریت ہٹا دی گئی اور ریت کو اس طرح چھانا پھٹکا گیا کہ چوہیوں کی ننھی ننھی ہڈیاں تک برآمد کر لی گئیں'' مقام مذکورہ کی مکمل جانچ پڑتال کے لیے، ان کے اندازے کے مطابق مزید دو ہزار ٹن ریت ہٹانے کی ضرورت ہے، اس کھدائی میں انہوں نے جو کچھ پایا، وہ عام معنوں میں ایک شہر، تو نہیں کہلا سکتا کیوں کہ زمانے قدیم میں بیشتر عرب عام مقامات کے بجائے خیموں میں رہا کرتے تھے جن کی قناتیں ٹھنڈی ہوا کے گزر کے لیے کھولی جا سکتی تھی، لہٰذا مذکورہ شہر سے مستقل آثار بہت ہی کم دستیاب ہو سکتے ہیں، ہاں! آتش داں کے طور پر زیر استعمال گھڑھے جا بجا پائے گئے ہیں (گویا منظر بقول کچھ ایسا ہی ہے کہ: آگ بجھی ہوئی ادھر، اڑتی ہوئی طناب ادھر۔ کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں؟)

لیکن خیموں کے اس شہر میں ایک مستقل قلعہ نما تعمیر ضروری تھی، جو اس شہر کے بادشاہ کے محل، عود و لوبان کے صنعتی گوداموں اور رکارڈ سینٹر پر مشتمل تھی۔ بیرونی حملہ آوروں سے تحفظ کے لیے یہ قلعہ ایک محفوظ مقام تھا، جس کے مینار اور جس کی چاردیواری کبھی توڑی نہ جا سکتی۔

انہوں نے یہ بات بھی دریافت کی کہ قلعہ آٹھ دیواروں سے محیط تھا ہر دیوار دو فٹ موٹی، دس سے بارہ فٹ اونچی اور تقریباً ساٹھ فٹ لمبی تھی، اس ہشت پہل تعمیر کے ہر پہلو یا ہر گوشے پر ایک مینار تھا جس کا قطر تقریباً دس فٹ تھا اور اونچائی ۳۰ فٹ تھی، یہ مینار ارم کی امتیازی خصوصیت تھی، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دریافت شدہ مقام ہی ارم ہے اسی ارم کا تذکرہ قرآن کریم میں یوں آیا ہے ''بہت سے میناروں والا شہر۔۔۔۔۔۔۔ساری زمین پر اس جیسا شہر کہیں تعمیر نہ ہوا'' (قرآن کی سورہ فجر کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ ارم ذات العماد ،التی لم یخلق مثلھا

فی البلاد ، یعنی ستونوں والا شہر ارم جس کے جیسا شہر ملکوں میں کہیں تعمیر نہیں ہوا)۔

دوسری جو شے اس خیال کو یقین کا درجہ عطا کر رہی ہے، وہ غار ہے، جس سے اس بات کی توثیق ہوتی ہے کہ شہر ایک ہولناک دھماکے کے ساتھ اس میں دھنس گیا تھا، کھدائی کے دوران، ٹیم نے ساری دنیائے قدیم کی سفال گری کے کمالات کے اجزا، چوہیوں سے لے کر اونٹوں کی ہڈیاں (تا حال انسانی ہڈیاں برآمد نہ کی جا سکیں)، بخور دان اور سکے وغیرہ پائے۔ انہیں اس بات کی توقع ہے کہ جب وہ غار میں دھنس جانے والے شہری حصے کی کھدائی کریں گے، تو بہت کچھ پا سکیں گے جو عمارات منہدم نہ ہو سکیں تھیں، ان کے باشندے بھاگتے ہوئے سارا سامان ضرور سمیٹ لے گئے ہوں گے، لیکن، جو غار میں دھنس گئیں انھیں کھود کر چیزیں نکالی نہ جا سکیں ہوں گی۔

اب اگلی کھدائی کا انتظار ہے کیونکہ کان کنی کے چند ماہر ترین انجینئروں کے بغیر غار میں پڑے ہوئے شہر کی کھدائی انتہائی ہولناک مہم ثابت ہو سکتی ہے اس مہم کے لیے سرمایہ عمان نیشنل بینک کی قیادت نے ایک امریکی کنسورشیم کے علاوہ برطانوی اور عمانی کمپنیوں نے فراہم کیا تھا۔

لاس اینجلس ٹائمز کی رپورٹ آپ نے پڑھ لی۔ آیئے اب یہ دیکھیں کہ قوم عاد کے آثار کی اس ابتدائی دریافت سے قرآن میں بیان کردہ کن کن حقائق کی توثیق ہوتی ہے، قوم عاد کا تذکرہ قرآن کی اٹھارہ سورتوں میں آیا ہے اور لفظ عاد ۲۴ مقامات پر استعمال ہوا ہے، اٹھارہ میں سے نو سورتوں میں یہ تذکرہ ضمناً ہے اور نو میں تفصیلاً، ظاہر ہے کہ کہ اس مختصر سی تحریر میں ان ساری معلومات کا احاطہ ممکن نہیں، اس لیے اشاروں پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔

اس حوالے سے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قوم عاد کے یہ آثار ٹھیک اسی علاقے میں دریافت ہوئے ہیں، جسے قرآن نے اس قوم کا علاقہ قرار دیا ہے، قرآن کہتا ہے: ''ذرا انہیں عاد کے بھائی (مراد اس قوم کی جانب بھیجے گئے رسول حضرت ہود علیہ السلام) کا قصہ سناؤ جب کہ اس نے احقاف میں اپنی قوم کو خبردار کیا''۔

مولانا مودودی قرآن میں بیان کردہ اس مقام احقاف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے

ہیں:۔''احقاف'' حقف کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں ریت کے لمبے لمبے ٹیلے، جو بلندی میں پہاڑوں کی حد کو نہ پہنچے ہوں لیکن اصطلاحاً یہ صحرائے عرب (الربع الخالی) کے جنوب مغربی حصے کا نام ہے، جہاں آج کوئی آبادی نہیں۔۔۔۔۔الاحقاف کی موجودہ حالت دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ کبھی یہاں ایک شاندار تمدن رکھنے والی قوم آباد رہی ہوگی''، عاد کے آثار کی اس ابتدائی دریافت سے جو سب سے نمایاں بات معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ اس قوم کو بلند و بالا عمارتیں محل اور قلعے بنانے کا غیر معمولی شوق تھا۔قرآن میں جنون کی حد تک پہنچے ہوئے ان کے اس شوق کا نقشہ ان کی جانب بھیجے گئے نبی حضرت ہود علیہ السلام کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ کو محفوظ کر کے یوں کھینچا گیا ہے:''یہ تمہارا کیا حال ہے کہ ہر اونچے مقام پر لاحاصل ایک یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو اور بڑے بڑے قصر تعمیر کرتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے''۔

خود لاس اینجلس کے ماہرین آثار قدیمہ کے ہاتھوں ''ارم'' نامی جو شہر دریافت کیا گیا ہے۔اس کی عمارت کی نمایاں خصوصیت اونچے اونچے مینار ہیں، خاص اس شہر کا ذکر قرآن کی سورہ فجر میں ان الفاظ میں موجود ہے۔

''الم تر کیف فعل ربک بعاد . ارم ذات العماد. التی لم یخلق مثلها فی البلاد''

یعنی:''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کیا کیا تمہارے رب نے
عاد (اور) اونچے اونچے ستونوں والے (شہر) ارم کے ساتھ، جس جیسا
کوئی (شہر) ملکوں میں نہیں بنایا گیا''

آج شہر ارم کے جو آثار دریافت ہوئے ہیں وہ ٹھیک ان آیات قرآنی کے مطابق ہیں۔لاس اینجلس ٹائمز کی رپورٹ آپ نے پڑھی، اس میں اس شہر کے مرکزی عمارت کے ستونوں کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔اس حوالے سے قرآن کی جو آیات اوپر درج کی گئیں اگرچہ اس میں لفظ ''ارم'' سے شہر ہی مراد لینا قابل ترجیح نظر آتا ہے، لیکن بہت سے مفسرین نے لفظ ''ارم'' سے شہر کے بجائے قوم عاد کے اجداد میں سے ایک شخص مراد لیا ہے۔جس کے بعد ''ارم'' کی صفت ذات

العماد یعنی ''اونچے اونچے میناروں والا'' کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ قوم عاد جو حضرت نوحؑ کے پوتے ارم بن سام کی اولاد تھی دراصل بڑی قد آور اور قوی الجثہ تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے اونچے اونچے مناروں سے نسبت دی ہے، چنانچہ بعض تفاسیر میں یہ ناقابل یقین روایات ملتی ہیں کہ قوم عاد کے لوگ بارہ بارہ گز اور بعض حکایات کے مطابق ساٹھ ساٹھ گز لمبے ہوتے تھے اس تاویل کے نتیجے میں بعد کی آیت ''التی لم یخلق مثلها فی البلاد'' کا مفہوم یہ لینے کے بجائے کہ شہر ارم جیسا کوئی شہر دنیا کے ملکوں میں تعمیر نہیں کیا گیا تھا، یہ لیا جانے لگا کہ ''عادِ ارم جیسی قوم دنیا میں پیدا نہیں کی گئی تھی۔ مولانا مودودیؒ نے ان آیات کا جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ: ''تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عاد ارم کے ساتھ، جن کی مانند کوئی قوم دنیا میں پیدا نہیں کی گئی تھی''، مولانا امین حسن اصلاحی نے ان آیات کا ترجمہ یوں کیا ہے: ''دیکھا نہیں کیا، کیا تیرے خداوند نے عاد کے ساتھ۔۔۔۔ ستونوں والے ارم کے ساتھ۔۔۔۔ جن کا ثانی نہ ہوا ملکوں میں''۔ ان دونوں ترجموں اور ان کی تفسیر میں ''ستونوں'' کو ''شہر ارم'' کی نہیں بلکہ ''قوم عادِ ارم'' کی صفت قرار دیا گیا ہے۔ تاہم اس صفت کا سبب ان کی قد و قامت کو نہیں بلکہ ان کے طرز تعمیر کو بتایا گیا ہے، اس کے باوجود یہ مشکل اپنی جگہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے ارم کو شہر نہیں بلکہ فرد یا قوم سمجھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ درست کیا ہے؟ یہ جاننے کے لیے جب ہم اپنے تفسیری سرمایہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے متعدد نہایت معتبر جدید علما نے لفظ ارم سے شہر یا عمارت ہی مراد لیا ہے۔ چنانچہ شاہ عبد القادرؒ کے ترجمہ قرآن میں، جسے بعد میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے بامحاورہ اردو کے قالب میں ڈھالا اور جسے مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں اختیار کیا ہے، ان آیات کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

''تو نے نہ دیکھا کیا کیا تیرے رب نے عاد کے ساتھ۔۔ وہ جو ارم میں تھے بڑے ستونوں والے کہ بنی نہیں سارے شہروں میں''۔ سی طرح انگریزی زبان میں قرآن کے نہایت قابل اعتماد مترجم محمد مارماڈیوک پکتھال نے ''ارم ذات العماد'' کا ترجمہ "Many Coloumnde Iram" کر کے اور پھر Coloumn کی تشریح لفظ Pillar سے کر کے واضح کر دیا ہے کہ ارم سے

کوئی قوم مراد نہیں بلکہ مقام یا عمارت مراد ہے۔علامہ یوسف علی نے اپنے انگریزی ترجمہ قرآن میں ''ارم ذات العماد '' کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ: "The (City) of Iram with lofty pillars" اور اس کی تشریح میں یہ لکھا ہے کہ: ''معلوم ہوتا ہے کہ ارم جنوبی عرب میں عادِ اولیٰ کا دارالحکومت تھا''۔

علامہ یوسف علی نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ بعض مفسرین ارم کو قوم عاد کا ایسا ہیرو سمجھتے ہیں جس کے نام پر اس قوم کا نام رکھا گیا،لیکن خود انہوں نے لفظ ارم کا یہ مفہوم اختیار نہیں کیا بلکہ واضح طور پر اسے شہر بلکہ عاد کا دارالحکومت قرار دیا ہے۔علامہ قرطبیؒ کے حوالے سے مولانا مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں کہ: بعض مفسرین نے فرمایا کہ ارم اس جنت کا نام ہے جو عاد کے بیٹے شداد نے بنائی تھی اور اس کی صفت ذات العماد ہے۔کہ وہ ایک عظیم الشان عمارت بہت سے ستونوں پر قائم سونے چاندی اور جواہرات سے بنائی گئی تھی تا کہ لوگ آخرت کی جنت کے بدلے اس نقد جنت کو اختیار کر لیں مگر جب یہ عالیشان محلات تیار ہوگئے اور شداد نے اپنے رؤسائے مملکت کے ساتھ اس میں جانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور یہ سب ہلاک ہو گئے اور محلات بھی مسمار ہو گئے''

ان حوالوں سے واضح ہے کہ قرآن میں لفظ ارم قوم عاد کے مرکزی شہر ہی کے لیے آیا ہے اور اونچے ستون اور مینار اسی شہر کی صفت بیان کئے گئے ہیں،اس طرح امریکی ماہرین نے شہر ارم کے جو آثار دریافت کیے ہیں وہ ٹھیک قرآن کے بیان کے مطابق ہیں،لیکن عاد کے آثار کے بالکل معدوم ہو جانے کی بناء پر ماضی میں اس لفظ کی درست طور پر تحقیق نہ ہو سکی جس کی بنا پر بعض مفسرین نے ''ارم ذات العماد '' سے شہر کے بجائے قوم مراد لینے لگے جس کا نام ایک قومی ہیرو یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ارم بن سام کے نام پر رکھا گیا تھا۔بہر حال شہر کا نام ارم ہونے کا مطلب یہ نہیں نکلتا کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے کا نام نہیں تھا،عین ممکن ہے کہ قوم عاد نے اپنے مرکزی شہر کا نام اپنے اس قومی ہیرو کے نام پر رکھا ہو۔

ماہرین آثار قدیمہ کی اس ابتدائی دریافت سے یہ پتہ بھی چلتا ہے کہ قوم عاد اپنے وقت

کی ایک انتہائی خوشحال اور طاقتور قوم تھی۔اس کا ایک ثبوت تو اس کا ذوق عمارت سازی ہی ہے، جس پر ہم قرآن کی روشنی میں تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں لیکن اس کے علاوہ بھی اس قوم کی خوشحالی کی بڑی بھر پور منظر کشی قرآن مجید میں کئی مقامات پر کی گئی ہے۔مثلاً سورہ اعراف کی آیات ۶۵ تا ۷۲ میں بتایا گیا ہے کہ عاد کو اللہ نے قوم نوحؑ کا جانشین بنایا تھا، اوانھیں مادی اور جسمانی طور پر کشادگی و برتری دی گئی تھی، اسی طرح سورہ شعرا کی آیات ۱۲۳ تا ۱۴۰ میں ہے کہ اللہ نے اس قوم کو اولاد، باغوں، چشموں اور مال مویشی کی کثرت کے ذریعے خوشحالی عطا کی تھی، ماہرین آثار قدیمہ کی تازہ دریافتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ علاقہ جو آج لق ودق ریگستان ہے کبھی یہاں دریا بہتے تھے اور پانی کی فراوانی تھی لیکن پھر یہ سب نابود ہو گیا۔

اب رہ گئی یہ بات کہ قرآن کے مطابق اس قوم پر جو عذاب نازل ہوا وہ کیا تھا اور کیا اس قوم کے آثار کی حالیہ دریافت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قوم اس نوعیت کے عذاب کا نشانہ بنی، جس کا ذکر قرآن میں ہے؟ اس نقطہ نظر سے قرآن کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جدید دریافت حیرت انگیز طور پر قرآنی حقائق کے مطابق ہے۔قوم عاد پر آنے والے عذاب کا ذکر قرآن پاک میں کئی مقامات پر ہے اور ہر جگہ اسے ایک بے پناہ آندھی بتایا گیا ہے۔اس کا سب سے زیادہ واضح تذکرہ سورہ الحاقہ میں یوں ملتا ہے: ''اور عاد ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کر دیے گئے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دینے کے لیے اس کو مسلسل سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رکھا۔تم (وہاں ہوتے تو) دیکھتے کہ وہ وہاں اس طرح بچھڑے پڑے ہیں جیسے کھجور کے بوسیدہ (ایک اور قرآنی بیان کے مطابق کھوکھلے) تنے ہوں۔اب کیا ان میں سے کوئی تمہیں باقی بچا نظر آتا ہے''۔

قرآن کے اس بیان کا جیتا جاگتا ثبوت جنوبی عرب کا وہ بے آب و گیاہ صحرا ہے جہاں آج امریکی ماہرین ہزاروں برس پرانے آثار کی تلاش میں مصروف ہیں۔سات رات اور آٹھ دن تک چلنے والی طوفانی آندھی نے اللہ کے حکم سے اپنے وقت کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ، خوشحال اور طاقتور قوم پر، جسے اس دور کی سپر پاور کہنا بالکل درست ہوگا۔لاکھوں، ٹنوں من ریت اس طرح الٹ دی کہ یہ پوری تہذیب اپنے متکبر، سرکش باسیوں اور بلند و بالا عمارتوں سمیت ریت کے تودوں کے نیچے دفن

ہوگئی اور آج ہزاروں برس بعد ماہرین آثار قدیمہ دو سوٹن ریت ہٹا کر اس تہذیب کے ایک بہت چھوٹے سے حصے کو دریافت کر پائے ہیں۔ قرآنی حقائق کے ان پہلوؤں پر گفتگو کے بعد ایک آخری اور نہایت حیرت انگیز بات قرآن کا یہ بیان ہے کہ عاد کی کامل تباہی کے باوجود اللہ نے ان کی عمارتوں کے آثار کو باقی رکھا ہے۔ سورہ احقاف میں ان پر نازل ہونے والے ایک عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے کہ: ''پس وہ ایسے ہوگئے کہ ان کے مساکن کے سوا کسی بھی چیز کا نشان باقی نہ رہا'' قرآن کا یہ بیان اب تک قرآن ماننے والوں کے لیے ایک طرح کی پریشانی کا سبب بن سکتا تھا۔ اعتراض کرنے والے کہہ سکتے تھے کہ کہاں ہیں ان کے مساکن کے آثار۔۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا۔

بشکریہ ہفت روزہ تکبیر، ۱۲ اپریل ۱۹۹۲ء

حواشی و حوالہ جات

۱۔ معالم القرآن پارہ ۸ صفحہ ۲۷۵

۲۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۷

۳۔ تفہیم القرآن ۴۶:۲۰

۴۔ تفہیم القرآن۔ جلد چہارم: ۶۱۳۔ ۶۱۵

۵۔ تفہیم القرآن ۲۶:۳۰

۶۔ تفہیم القرآن ۸۹:۶۔ ۸

۷۔ بحوالہ علامہ شوکانی

۸۔ تفہیم القرآن۔۔۔ جلد ششم۔ سورہ فجر ۶۔ ۸

۹۔ تدبر قرآن۔ جلد ۹۔ سورہ فجر